فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۵۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: مسجد میں سونا کیسا ہے؟

جواب: مسجد میں سویا جا سکتا ہے، اس کی ممانعت نہیں ہے۔

❀ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد میں سویا کرتے تھے۔

(صحيح البخاري : 3738، صحيح مسلم : 2479)

سوال: کیا ہوا خارج ہونے پر استنجا ہے؟

جواب: ہوا خارج ہونے پر استنجا نہیں، ایسا کرنا بدعت ہے۔

❀ فقہ حنفی میں ہے:

بِدْعَةٌ وَّهُوَ الْاِسْتِنْجَاءُ مِنَ الرِّيحِ .

''ہوا خارج ہونے پر استنجا کرنا بدعت ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:1/50)

سوال: گھر میں مسجد بنانا کیسا ہے؟

جواب: گھر کے ایک مخصوص حصہ کو جائے نماز (مسجد) بنانا مستحب ہے۔

❀ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

اِبْتَنٰى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهٖ، وَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ، وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ .

''آپ رضی اللہ عنہ نے گھر کے صحن میں مسجد بنائی تھی، آپ اس میں نماز پڑھتے تھے

اور قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 3905)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

صَلَّيْتُ أَنَا وَيَتِيمٌ فِي بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأُمِّي أُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا .

''میں اور ایک لڑکے نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں اپنے گھر نماز پڑھی۔ میری والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے تھیں۔''

(صحيح البخاري : 727، صحيح مسلم : 658)

سوال: کیا مصافحہ کرتے ہوئے يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ کہنا مستحب ہے؟

جواب: مصافحہ کرتے وقت يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ کہنا ثابت نہیں۔

سوال: انسانوں میں سے سب سے افضل کون ہیں؟

جواب: انسانوں میں سب سے افضل ہستیاں انبیائے کرام علیہم السلام ہیں اور ان میں سے سب سے افضل محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

❁ علامہ ابوالحسن علی بن یحییٰ زوندویستی حنفی (۳۸۲ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ أَفْضَلُ الْخَلِيقَةِ وَأَنَّ نَبِيَّنَا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَفْضَلُهُمْ .

''امت کا اجماع ہے کہ مخلوق میں سب سے افضل انبیائے کرام ہیں اور ہمارے نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) انبیا میں سب سے افضل ہیں۔''

(البحر الرائق لابن نُجيم :353/1، حاشية الطّحطاوي :184/1، فتاویٰ شامی:527/1)

❁ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَنْبِيَاءُ أَفْضَلُ الْخَلْقِ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ .

''مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ انبیائے کرام مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔''

(مِنهاج السُّنّة : 417/2)

سوال: ''مسند ابی حنیفہ'' کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: مسند ابی حنیفہ نامی کتاب مقبول نہیں۔

❁ علامہ فخر رازی رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا مُسْنَدُ أَبِي حَنِيفَةَ، فَظَاهِرٌ أَنَّ عُلَمَاءَ الْحَدِيثِ، وَأَكَابِرَ هٰذِهِ الصَّنْعَةِ، لَا يَقْبَلُونَهُ أَلْبَتَّةَ، وَأَيْضًا، فَأَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَمْ يَسْتَقِلْ بِجَمْعِهِ، وَإِنَّمَا أَصْحَابُهُ لَمَّا شَاهَدُوا كِتَابَ الْمُوَطَّإِ لِمَالِكٍ، وَكِتَابَ الْمُسْنَدِ لِلشَّافِعِي، تَكَلَّفُوا جَمْعَ ذٰلِكَ الْمُسْنَدِ لَهُ .

''''مسند ابی حنیفہ'' کے متعلق صحیح بات یہ ہے کہ محدثین اور فن حدیث کے ماہرین نے اسے بالکل بھی قبول نہیں کیا، نیز یہ بات بھی ظاہر ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے خود اس کتاب کو جمع نہیں کیا، بلکہ جب حنفی اصحاب نے دیکھا کہ امام مالک رحمہ اللہ کی ''موطا'' ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کی ''مسند'' ہے، تو انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منسوب کر کے مسند جمع کر دی۔''

(مَناقب الإمام الشّافعي، ص 226)

سوال: کیا وضو میں پاؤں کو دھونا فرض ہے؟

جواب: وضو میں پاؤں دھونا واجب ہے۔ یہ اہل سنت والجماعت کا اجماعی مسئلہ

ہے اور اسی پر امت کا عمل ہے۔ قرآن وسنت کے دلائل اسی پر شاہد ہیں۔ اس بارے میں اجماعِ امت اور قرآن وسنت کے دلائل فہم سلف کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

اجماعِ امت:

① عبدالملک بن ابی سلیمان رحمہ اللہ نے امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے پوچھا:

هَلْ عَلِمْتَ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْسَحُ قَدَمَيْهِ؟

''کیا آپ صحابہ میں سے کسی کو جانتے ہیں کہ وہ (ننگے) پاؤں پر مسح کرتا ہو؟''

فرمایا:

لَا، وَاللّٰهِ! مَا أَعْلَمُهٗ . ''اللہ کی قسم! نہیں جانتا۔''

(الطّهور لأبي عبيد القاسم بن سلّام : 357، وسندهٗ حسنٌ، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي :34/1، وسندهٗ صحيحٌ)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَدْرَكْتَ أَحَدًا مِّنْهُمْ يَمْسَحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ؟

''کیا آپ نے کسی صحابی کو پاؤں پر مسح کرتے دیکھا ہے؟'' فرمایا:

مُحْدَثٌ . ''یہ صحابہ کرام کے بعد والوں کی ایجاد کردہ بدعت ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :19/1، وسندهٗ حسنٌ)

② امام حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَضَتِ السُّنَّةُ مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمِينَ،

يَعْنِي بِغَسْلِ الْقَدَمَيْنِ .

''وضو میں پاؤں دھونا نبی ﷺ اور مسلمانوں کی متواتر سنت ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :19,18/1 ، وسندہٗ حسنٌ)

③ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۲۴۲۔۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ عَوَّامُّ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ الَّذِي يَجِبُ عَلٰى مَنْ لَّا خُفَّ عَلَيْهِ غَسْلُ الْقَدَمَيْنِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ، وَقَدْ ثَبَتَتِ الْأَخْبَارُ بِذٰلِكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَعَنْ أَصْحَابِهٖ .

''تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ جس نے موزے نہ پہنے ہوں، اس پر ٹخنوں تک پاؤں دھونا فرض ہے۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور آثار صحابہ ثابت ہیں۔'' (الأوسط :413/1)

④ امام طحاوی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) لکھتے ہیں:

هٰذِهِ الْآثَارُ قَدْ تَوَاتَرَتْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ غَسَلَ قَدَمَيْهِ فِي وُضُوئِهٖ لِلصَّلَاةِ .

''یہ (گزشتہ بیان کردہ) احادیث (میں) رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نماز کے لیے وضو کرتے ہوئے پاؤں کو دھوتے تھے۔''

(شرح معاني الآثار :36/1)

⑤ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهٖ سُنَّةٌ ، اتَّفَقَ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهَا ، رَوٰى أَئِمَّةُ الْأَحَادِيثَ

الصِّحَاحَ فِيهَا .

''یہ نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے، اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ محدثین نے اس بارے میں صحیح احادیث روایت کی ہیں۔''

(عارضة الأحوذي :58/1)

⑥ ابن ہُبَیرہ رحمہ اللہ (٥٦٠ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا (أَيِ الْإِمَامُ أَحْمَدُ وَالشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَأَبُو حَنِيفَةَ) عَلٰى وُجُوبِ غَسْلِ الْوَجْهِ كُلِّهٖ، وَغَسْلِ الْيَدَيْنِ مَعَ الْمِرْفَقَيْنِ، وغَسْلِ الرِّجْلَيْنِ مَعَ الْكَعْبَيْنِ، وَمَسْحِ الرَّأْسِ .

''امام احمد، امام شافعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ سب کا اتفاق ہے کہ وضو میں پورا چہرہ، کہنیوں سمیت ہاتھ اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا نیز سر کا مسح فرض ہے۔''(الإفصاح :72/1)

⑦ علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ (٥٨٧ھ) لکھتے ہیں:

''تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو میں پاؤں کو دھویا ہے، کوئی مسلمان اس کا انکار نہیں کرسکتا۔''

(بدائع الصنائع :6/1)

⑧ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

''وضو میں چہرہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں مکمل دھونا واجب ہے، اس پر علما کا اجماع ہے، لیکن رافضی اس مسئلے میں اہل علم سے جدا ہو گئے ہیں، کہتے ہیں کہ وضو میں دونوں پاؤں کا مسح واجب ہے۔ یہ ان کی خطا ہے۔''

(شرح صحیح مسلم : 107/3)

۞ نیز فرماتے ہیں:

''ہر دور اور ہر علاقے کے اہل فتویٰ فقہائے کرام کے جم غفیر کا مذہب ہے کہ وضو میں ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا فرض ہے، پاؤں کا مسح کافی نہیں ہوگا، نیز مسح اور غسل بیک وقت فرض نہیں۔ اس کے خلاف کوئی بات کسی ایسے عالم سے ثابت نہیں، جسے اجماع کے انعقاد میں کوئی حیثیت دی جاتی ہو۔ اس کے برعکس شیعہ کہتے ہیں کہ دونوں پاؤں کا مسح فرض ہے، جبکہ محمد بن جریر اور معتزلہ کے بڑے جبائی کا کہنا ہے کہ وضو کرنے والے کو اختیار ہے، وہ پاؤں پر مسح کر لے یا انہیں دھولے۔''(شرح صحیح مسلم : 129/3)

تنبیہ بلیغ: اس عبارت میں مذکور محمد بن جریر سے مراد سنی مفسر ابن جریر طبری رحمہ اللہ نہیں، بلکہ ابن جریر شیعہ ہے، کیونکہ سنی مفسر ابن جریر طبری رحمہ اللہ تو وضو میں پاؤں دھونا فرض سمجھتے تھے اور اسے فرض نہ سمجھنے والوں کا خوب ردّ بھی کرتے تھے، جیسا کہ آئندہ سطور میں ہم ان سے نقل بھی کریں گے، جبکہ علامہ نووی رحمہ اللہ نے اس ابن جریر کا ذکر کیا ہے، جو وضو میں پاؤں دھونے یا مسح کرنے میں اختیار کا قائل تھا۔

بعض بھائیوں کو ابن جریر طبری رحمہ اللہ کی ایک عبارت سے دھوکا لگا اور انہوں نے پاؤں پر مسح کرنے یا دھونے کا اختیار دینے والے ابن جریر کو سنی مفسر، ابن جریر طبری رحمہ اللہ خیال کرلیا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۰۰۔۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''اہل علم کہتے ہیں کہ ابن جریر دو ہیں؛ ایک شیعہ اور اسی کی طرف ایسی باتیں

منسوب ہیں۔ یہ اہل علم ابوجعفر (طبری رحمہ اللہ) کو ان صفات سے پاک قرار دیتے ہیں۔ وضو میں بیک وقت پاؤں دھونے اور مسح کرنے کی فرضیت کے بارے ان کی جس عبارت سے دلیل لی گئیہے، اس میں دَلْك ''دھوتے وقت پاؤں ملنے'' کو مسح سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اکثر لوگ ان کی بات صحیح سمجھ نہ پائے اور ان سے نقل کرنا شروع کر دیا کہ وہ وضو میں بیک وقت پاؤں دھونا اور مسح کرنا واجب سمجھتے تھے۔'' (البداية والنّهاية : 167/11)

علامہ عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ (۱۳۲۷۔۱۴۱۴ھ) وضو کے سلسلہ میں اہل علم کی طرف غلط باتوں کی نسبت کے متعلق فرماتے ہیں:

''یہی معاملہ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ، مصنف تاریخ کبیر و تفسیر کی طرف اس نسبت کا ہے کہ وضو میں پاؤں دھونے اور مسح کرنے میں اختیار ہے۔ یہ خود تراشیدہ جھوٹ شیعہ رواۃ نے پھیلائے ہیں اور صحت و سقم کی تمیز نہ رکھنے والے بعض سنیوں نے یہ جھوٹ بلا تحقیق و سند نقل کر کے بے گناہ کو مجرم بنا دیا ہے۔ جو محمد بن جریر وضو میں پاؤں دھونے یا مسح کے اختیار کا قائل ہے، وہ غالباً محمد بن جریر بن رستم شیعہ، مصنف الْإِيْضَاحُ لِلْمُتَرَشِّدِ فِي الْإِمَامَةِ ہے، نہ کہ عظیم اہل سنت عالم، ابوجعفر محمد بن جریر بن غالب طبری شافعی، ان کی تفسیر میں صرف پاؤں دھونے کا ذکر ہے، مسح کرنے کا نہیں، نہ ہی بیک وقت دونوں کام کرنے کا۔ شیعہ نے خواہ مخواہ ان کے ذمہ یہ بات لگائی ہے۔''

(مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح : 102/2)

۞ علامہ نووی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کا وضو میں پاؤں دھونے کی فرضیت پر اجماع ہے۔ اس حوالے سے کسی ایسے عالم نے مخالفت نہیں کی، جس کی کوئی علمی حیثیت ہو۔''

(المجموع شرح المهذّب :417/1)

⑨ علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ (۸۳۳ھ) نے وضو میں پاؤں دھونے کے بارے میں روایات کو متواتر قرار دیا ہے۔

(مناقب الأسد الغالب، ص 73)

⑩ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

''وضو میں پاؤں دھونے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو قولی یا فعلی وضاحت مروی ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ (قرآن میں) اللہ تعالیٰ کی مراد بھی وہی ہے۔ وضو میں پاؤں دھونے کا بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قولی و فعلی حدیث میں منقول ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل تو متواتر و مشہور حدیث سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو میں پاؤں کو دھویا، نیز اس میں ائمہ کا بھی کوئی اختلاف نہیں۔''

(عمدة القاري : 237/2)

⑪ ابن نُجیم حنفی (970ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ الْإِجْمَاعَ انْعَقَدَ عَلٰى غَسْلِهِمَا، وَلَا اعْتِبَارَ بِخِلَافِ الرَّوَافِضِ .

''وضو میں پاؤں دھونے پر اجماع ہو چکا ہے۔ روافض کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں۔''(البحر الرّائق :14/1)

فائدہ: ابو المحاسن، مفضل بن محمد تنوخی، حنفی، معتزلی، شیعی (م:۴۴۲ھ) نے وضو میں پاؤں دھونے کے وجوب پر ایک رسالہ وُجُوبُ غَسْلِ الْقَدَمَيْنِ بھی لکھا ہے۔

(تاریخ دِمَشق لابن عساکر : 92/60، وسندهٗ صحیحٌ)

مشہور فقیہ وادیب ابوالفتح، رازی (م:447ھ) نے بھی غَسْلُ الرِّجْلَیْنِ کے عنوان سے کتاب لکھی ہے۔(سیر أعلام النّبلاء للذّهبي : 647/17)

علامہ ابوالولید باجی مالکی (۴۷۴ھ) نے بھی غَسْلُ الرِّجْلَیْنِ نامی کتاب تصنیف کی ہے۔(طبقات المفسّرین للدّاودي :210/1)

سوال:موت کی تمنا کرنا کیسا ہے؟

جواب: پریشانی سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا مکروہ ہے، البتہ دین میں فساد کا اندیشہ ہو، تو تمنا کی جاسکتی ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کریں، کرنی ہی ہو، تو یوں کہیں:

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي .

''اللہ! جب تک زندگی بہتر ہو، مجھے زندہ رکھنا اور جب موت بہتر ہو، مجھے اپنے پاس بلا لینا۔''

(صحیح البخاري :5671؛ صحیح مسلم : 2680)

اہل علم کہتے ہیں، موت طلب کرنے کی یہ صورت تب تو درست ہوگی، جب کوئی تکلیف یا پریشانی ہو، البتہ اس وجہ سے موت کی تمنا کرنا کہ زمانہ بگڑ چکا ہے، دین کو خطرہ لاحق ہے یا فتنے کا اندیشہ ہے، تو یہ درست نہیں۔

سوال: تالیف قلبی کے لیے زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟

(جواب): زکوۃ کے آٹھ مصارف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کمزور ایمان والوں کو مالی تعاون کے ساتھ اسلام کی طرف مانوس کیا جائے۔ اسے مؤلفۃ قلوب کہتے ہیں۔

(سوال): قرآن کریم کی قسم اٹھانا کیسا ہے؟

(جواب): قرآن کریم کی قسم اٹھانا جائز ہے، کیوں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کا کلام ہے، مخلوق نہیں۔

❁ امام اندلس، حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

اَلَّذِي أَجْمَعَ عَلَيْهِ الْعُلَمَاءُ فِي هٰذَا الْبَابِ هُوَ أَنَّهٗ مَنْ حَلَفَ بِاللّٰهِ أَوْ بِاسْمٍ مِّنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ أَوْ بِصِفَةٍ مِّنْ صِفَاتِهٖ أَوْ بِالْقُرْآنِ أَوْ بِشَيْءٍ مِّنْهُ فَحَنِثَ فَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِينٍ عَلٰى مَا وَصَفَ اللّٰهُ فِي كِتَابِهٖ مِنْ حُكْمِ الْكَفَّارَةِ وَهٰذَا مَا لَا خِلَافَ فِيهِ عِنْدَ أَهْلِ الْفُرُوعِ وَلَيْسُوا فِي هٰذَا الْبَابِ بِخِلَافٍ وَّأَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّ تَصْرِيحَ الْيَمِينِ بِاللّٰهِ هُوَ قَوْلُ الْحَالِفِ بِاللّٰهِ أَوْ وَاللّٰهِ أَوْ تَاللّٰهَ .

''اس پر اجماع ہے کہ جس نے اللہ، اللہ کے کسی نام، اس کی کسی صفت، قرآن کریم یا اس کے کسی حصے کی قسم اٹھائی اور نبھا نہ سکا، تو اس پر قسم کا وہ کفارہ واجب ہے، جو اللہ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے، اہل فرع کے ہاں اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اہل علم کا اجماع ہے کہ اللہ کی قسم کی تصریح ان الفاظ میں ہے؛ باللہ، تاللہ، واللہ۔''

(التّمهيد لما في المؤطّأ من المعاني والأسانيد : ٣٦٩/١٤)

❁ امام ابو جعفر احمد بن سنان واسطی رحمہ اللہ (۲۵۹ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ زَعَمَ أَنَّ الْقُرْآنَ شَيْئَيْنَ أَوْ أَنَّ الْقُرْآنَ حِكَايَةٌ فَهُوَ وَاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ زِنْدِيقٌ كَافِرٌ بِاللّٰهِ هٰذَا الْقُرْآنُ هُوَ الْقُرْآنُ الَّذِي أَنْزَلَهُ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ جِبْرِيلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ لَّا يُغَيَّرُ وَلَا يُبَدَّلُ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ كَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى أَنْ يَّأْتُوا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهٖ﴾ (الْإِسْرَاء : ٨٨)، وَلَوْ أَنَّ رَجُلًا حَلَفَ أَنْ لَّا يَتَكَلَّمَ الْيَوْمَ ثُمَّ قَرَأَ الْقُرْآنَ أَوْ صَلّٰى وَقَرَأَ الْقُرْآنَ أَوْ سَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ لَمْ يَحْنِثْ لَا يُقَاسُ بِكَلَامِ اللّٰهِ شَيْءٌ، الْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ مِنْهُ بَدَأَ وَإِلَيْهِ يَعُودُ لَيْسَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى شَيْءٌ مَّخْلُوقٌ وَّلَا صِفَاتُهٗ وَلَا أَسْمَاؤُهٗ وَلَا عِلْمُهٗ .

''جس کا یہ عقیدہ ہو کہ قرآن دو ہیں یا موجودہ قرآن حکایت ہے، تو وحدہ لاشریک اللہ کی قسم! وہ زندیق کافر ہے۔ یہ قرآن وہی ہے، جو اللہ نے جبریل کے ذریعے محمد ﷺ پر نازل کیا، اس میں تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا کہ باطل اس میں نہ سامنے سے آ سکتا ہے، نہ پیچھے سے، یہ حکمت والے اور تعریف کیے گئے (رب) کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى أَنْ يَّأْتُوا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهٖ﴾ (الْإِسْرَاء : ٨٨) (کہہ دیجئے کہ جن وانس اگر اس لئے جمع ہو

جائیں کہ اس قرآن جیسا کلام لے آئیں گے، تو ایسا ممکن نہیں۔) ایک شخص قسم اٹھالے کہ آج کوئی بات نہیں کرے گا، پھر نماز پڑھ لے یا قرآن پڑھ لے یا نماز میں سلام کہہ دے، تو قسم کا کفارہ لازم نہیں ہوگا، کیوں کہ قرآن کو کسی دوسرے کلام پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن اللہ کا کلام ہے، اسی سے ابتدا اور اسی پر انتہا ہے۔ اللہ کے اسما اس کی صفات یا اس کا علم کوئی بھی مخلوق نہیں ہے۔''

(اختصاص القرآن للضّیاء المقدسي، ص 32، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ حَلَفَ بِاسْمٍ مِّنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ فَحَنِثَ، فَعَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ؛ لِأَنَّ اسْمَ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلوقٍ، وَّمَنْ حَلَفَ بِالْكَعْبَةِ أَوْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَيْسَ عَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ؛ لِأَنَّهٗ مَخْلُوقٌ، وَّذَاكَ غَيْرُ مَخْلُوقٍ .

''جس نے اللہ کے کسی نام کی قسم کھائی اور اسے نبھا نہ سکا، اس پر کفارہ ہے، کیوں کہ اللہ کے نام مخلوق نہیں ہیں۔ جس نے کعبہ یا صفا و مروہ کی قسم اٹھائی، اس پر کفارہ نہیں ہے، کیوں کہ یہ مخلوق ہیں اور اللہ کا نام مخلوق نہیں ہے۔''

(آداب الشّافعي ومناقبه لابن أبي حاتم، ص 193، حلية الأولياء لأبي نعيم : 113/9، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 28/10، مناقب الشّافعي للبيهقي : 405/1، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

أَسْمَاءُ اللّٰهِ فِي الْقُرْآنِ، وَالْقُرْآنُ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ، فَمَنْ زَعَمَ أَنَّ الْقُرْآنَ مَخْلُوقٌ فَهُوَ كَافِرٌ، وَّمَنْ زَعَمَ أَنَّ أَسْمَاءَ اللّٰهِ مَخْلُوقَةٌ فَقَدْ كَفَرَ .

''قرآن میں اللہ کے نام ہیں اور قرآن اللہ کا علم ہے، جس کا یہ عقیدہ ہو کہ

قرآن مخلوق ہے، وہ کافر ہے۔ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ کے نام مخلوق ہیں، وہ بھی کافر ہے۔''

(المِحنة لأبي الفضل صالح بن أحمد بن حنبل، ص 69)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) ایک روایت کے تحت لکھتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْحَلِفَ بِالْقُرْآنِ يَكُونُ يَمِينًا فِي الْجُمْلَةِ .

''اس میں دلیل ہے کہ قرآن کی قسم بہرحال منعقد ہو جاتی ہے۔''

(السنن الکبریٰ : 75/10)

❁ صاحب ہدایہ (۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ لَمْ يَكُنْ حَالِفًا كَالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ ...... وَكَذَا إِذَا حَلَفَ بِالْقُرْآنِ لِأَنَّهٗ غَيْرُ مُتَعَارَفٍ .

''جو غیر اللہ کی قسم اٹھائے، اس کی قسم بے اثر ہے، مثلاً، نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا کعبہ کی قسم اٹھانا......قرآن کی قسم بھی غیر متعارف ہے اس لئے نہیں اٹھانی چاہیے۔''

(الهداية : 318/2)

❁ شارح ہدایہ، ابن ہمام (۸۶۱ھ) لکھتے ہیں:

ثُمَّ لَا يَخْفٰى أَنَّ الْحَلِفَ بِالْقُرْآنِ الْآنَ مُتَعَارَفٌ فَيَكُونُ يَمِينًا كَمَا هُوَ قَوْلُ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ، وَتَعْلِيلُ عَدَمِ كَوْنِهٖ يَمِينًا بِأَنَّهٗ غَيْرُهٗ تَعَالٰى؛ لِأَنَّهٗ مَخْلُوقٌ؛ لِأَنَّهٗ حُرُوفٌ وَّغَيْرُ الْمَخْلُوقِ هُوَ الْكَلَامُ النَّفْسِيُّ مُنِعَ بِأَنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ مُنَزَّلٌ غَيْرُ مَخْلُوقٍ، وَّلَا يَخْفٰى أَنَّ الْمُنَزَّلَ فِي الْحَقِيقَةِ لَيْسَ إِلَّا الْحُرُوفُ الْمُنْقَضِيَةُ

الْمُنْعَدِمَةُ وَمَا ثَبَتَ قِدَمُهُ اسْتَحَالَ عَدَمُهُ، غَيْرَ أَنَّهُمْ أَوْجَبُوا ذٰلِكَ؛ لِأَنَّ الْعَوَامَّ إِذَا قِيلَ لَهُمْ الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ تَعَدَّوْا إِلَى الْكَلَامِ مُطْلَقًا، وَأَمَّا الْحَلِفُ بِكَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَيَجِبُ أَنْ يَّدُورَ مَعَ الْعُرْفِ.

''یہ مخفی نہیں کہ قرآن کی قسم اٹھانا اب متعارف ہو چکا ہے، اب اسے قسم تصور کیا جائے گا، جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔ صاحب ہدایہ نے جو کہا کہ قرآن کی قسم اٹھانا درست نہیں، اس کی یہ علت بیان کرنا جائز نہیں کہ قرآن اللہ کا غیر ہے، قرآن مخلوق ہے، غیر مخلوق تو کلام نفسی ہے، گو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ کی طرف سے نازل ہونے والا قرآن تو صرف وہ حروف ہیں، جن کا اپنا وجود تو عالم اسباب میں نہیں، البتہ موجودہ قرآن میں استعمال ہونے والے حروف پر دلالت کناں ضرور ہیں، سو اگر موجودہ حروف ہی کو کلام اللہ مان لیا جائے، تو حقیقی کلام الٰہیہ کو معدوم کہنا ناممکن ہو جائے گا۔ (ثابت ہوا کہ موجودہ حروف مخلوق ہی ہیں)، لیکن اگر عوام سے کہا جائے کہ قرآن مخلوق ہے، تو وہ یہی سمجھیں گے کہ مطلقا کلام اللہ ہی کو مخلوق کہا جا رہا ہے، (اس لئے نہیں کہتے) اب رہا مسئلہ قرآن کی قسم کا تو یہ قسم اٹھاتے وقت عرف پر محمول کرنا واجب ہوگا۔''

(فتح القدير : 69/5، البحر الرّائق لابن نجيم : 311/4)

❁ علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

يَنْبَغِي أَنْ يَّكُونَ الْحَلِفُ بِالْقُرْآنِ يَمِينًا لِّأَنَّهُ قَدْ صَارَ مُتَعَارَفًا

فِي هٰذَا الزَّمَانِ، كَمَا هُوَ مَذْهَبُ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ وَغَيْرِهِمْ، وَلَا يُلْتَفَتُ إِلٰى مَنْ عَلَّلَ كَوْنَهٗ لَيْسَ يَمِينًا بِأَنَّهٗ غَيْرُ اللّٰهِ عَلٰى طَرِيقَةِ الْمُعْتَزِلَةِ وَقَوْلِهِمْ بِخَلْقِهٖ فَإِنَّ ذٰلِكَ لَازِمُهُ الْكُفْرُ عَلٰى مَا عُرِفَ أَنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ مُنَزَّلٌ غَيْرُ مَخْلُوقٍ .

''قرآن کی قسم اٹھانا جائز ہے، جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا موقف ہے، کیونکہ یہ ہمارے زمانے میں متعارف ہو چکا ہے۔ اس کی بات قابل التفات نہیں، جو کہتا ہے کہ قرآن کی قسم نہیں اٹھائی جا سکتی کہ یہ مخلوق ہے، قرآن کو مخلوق کہنا معتزلہ کا مذہب ہے اور یہ کفر ہے، کیوں کہ معلوم ہے کہ قرآن اللہ کی مخلوق نہیں کلام ہے۔''

(التّنبیه علی مُشکِلات الهِدایة : 4/86-87)

سوال: صحابہ کی تنقیص کرنے والا کون ہے؟

جواب: علامہ سجزی رحمہ اللہ (۴۴۴ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ مَنْ يُبْغِضُ أَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَوْ وَاحِدًا مِّنْهُمْ، وَأَنْكَرَ إِمَامَتَهٗ وَتَقَدُّمَهٗ وَفَضْلَهٗ فَهُوَ رَافِضِيٌّ، وَكُلُّ مَنْ تَنَقَّصَ عُثْمَانَ أَوْ عَلِيًّا وَّعَائِشَةَ وَمُعَاوِيَةَ وَأَبَا مُوسٰى وَعَمْرَو بْنَ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَهُوَخَارِجِيٌّ، وَمَنْ تَنَقَّصَ بَعْضَهُمْ وَلَمْ يَتَنَقَّصْ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا فَهُوَ ضَالٌّ عَلٰى أَيِّ مَذْهَبٍ كَانَ .

''جس نے بھی ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم سے یا ان

میں سے کسی ایک سے بغض رکھا یا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امامت، اولیت اور افضلیت کا انکار کیا، تو وہ رافضی ہے۔ جس نے سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدہ عائشہ، سیدنا معاویہ، سیدنا ابوموسیٰ اشعری یا سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کی شان میں تنقیص کی، وہ خارجی ہے، جس نے سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کی شان میں تو تنقیص نہ کی، مگر (مذکورہ صحابہ میں سے) کسی صحابی کی گستاخی کی، تو وہ گمراہ ہے، خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔''

(الرّدّ علی من أنکر الحرف والصّوت، ص 335)

سوال: طلاق یا ظہار کی نیت کی، کیا واقع ہوئے؟

جواب: طلاق یا ظہار کی نیت کی، مگر الفاظ نہیں بولے، تو طلاق یا ظہار نہیں ہوگا۔

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّهٗ لَوْ عَزَمَ عَلَى الظِّهَارِ لَمْ يَلْزَمْهُ حَتّٰى يَلْفَظَ بِهٖ وَهُوَ بِمَعْنَى الطَّلَاقِ وَكَذٰلِكَ لَوْ حَدَّثَ نَفْسَهٗ بِالْقَذْفِ لَمْ يَكُنْ قَذْفًا وَلَوْ حَدَّثَ نَفْسَهٗ فِي الصَّلَاةِ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ إِعَادَةٌ وَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالَى الْكَلَامَ فِي الصَّلَاةِ فَلَوْ كَانَ حَدِيثُ النَّفْسِ بِمَعْنَى الْكَلَامِ لَكَانَتْ صَلَاتُهٗ تَبْطُلُ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص ظہار کا ارادہ کرے، تو ظہار واقع نہیں ہوتا، یہاں تک کہ وہ بول کر ظہار کرے۔ یہ طلاق کی طرح ہی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص دل میں کسی پر تہمت لگائے، تو وہ تہمت لگانے والا شمار نہ ہوگا۔ اگر کسی شخص کو نماز میں خیال آئے، تو اس پر نماز کا اعادہ نہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ

نے دورانِ نماز کلام کرنا حرام کیا ہے، لہٰذا اگر دل کا خیال بھی کلام ہوتا، تو اس کی نماز باطل ہو جاتی (جبکہ ایسا نہیں ہے)۔''

(مَعالم السّنن: 249/3)

(سوال): ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ کلام نہیں کرے گا، پھر دل ہی دل میں بات کی، تو اس کی قسم ٹوٹے گی یا نہیں؟

(جواب): یہ محض خیال ہے، خیالات کو کلام نہیں کہتے، لہٰذا اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔

❀ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (٦٢٠ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْفُقَهَاءُ بِأَجْمَعِهِمْ عَلٰى أَنَّ مَنْ حَلَفَ لَا يَتَكَلَّمُ، فَحَدَّثَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ دُونَ أَنْ يَنْطِقَ بِلِسَانِهٖ، لَمْ يَحْنَثْ، وَلَوْ نَطَقَ، حَنِثَ .

''تمام کے تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ جس شخص نے کلام نہ کرنے کی قسم اٹھائی ہو، پھر وہ دل میں کوئی بات کرے، زبان سے نہ بولے، تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی، اگر زبان سے بول دے، تو قسم ٹوٹ جائے گی۔''

(روضة النّاظر، ص 98)

(سوال): فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (المائدة: ٦) میں ''کعب'' سے کیا مراد ہے؟

(جواب): اس آیت میں ''کعب'' سے مراد ٹخنہ ہے۔

❀ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رُخِ انور ہماری طرف پھیرا اور فرمایا: صفیں قائم کیجئے! تین مرتبہ یہی بات دہرائی، پھر فرمایا:

صفوں کو قائم کرلیں، وگرنہ اللہ تعالیٰ آپ کے دلوں میں مخالفت ڈال دے گا۔نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ الرَّجُلَ يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَرُكْبَتَهٗ بِرُكْبَةِ صَاحِبِهٖ وَكَعْبَهٗ بِكَعْبِهٖ .

''میں نے دیکھا کہ اس کے بعد ایک شخص دوسرے ساتھی کے کندھے سے کندھا، گھٹنے سے گھٹنا اور ٹخنے سے ٹخنہ چپکا لیتا تھا۔''

(مسند الإمام أحمد : 276/4؛ سنن أبي داوٗد : 662؛ وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۱۶۰) اور امام ابن حبان رحمہما اللہ (۲۱۷۶) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' قرار دیا ہے۔(تغليق التّعليق : 302/2)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوَاهُ أَبُو دَاوٗدَ وَغَيْرُهٗ بِأَسَانِيدَ حَسَنَةٍ .

''اس حدیث کو امام داوٗد اور دیگر ائمہ نے ''حسن'' سندوں سے روایت کیا ہے۔''

(خلاصة الأحكام :116/1)

زکریا بن ابی زائدہ نے سنن دارقطنی (۲۸۲/۱) اور صحیح ابن خزیمہ وغیرہ میں سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔

۞ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَسْمَعْ مُخَالِفًا فِي أَنَّ الْكَعْبَيْنِ اللَّذَيْنِ ذَكَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْوُضُوءِ الْكَعْبَانِ النَّاتِئَانِ وَهُمَا مَجْمَعُ مَفْصِلِ السَّاقِ

وَالْقَدَمِ وَأَنَّ عَلَيْهِمَا الْغُسْلَ .

''میں نے اس بارے میں کسی کو مخالفت کرتے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے وضو کے بیان میں جو ''کعبین'' کا لفظ ذکر کیا ہے، ان سے مراد دو اُبھری ہوئی ہڈیاں ہیں، جو پنڈلی اور پاؤں کے جوڑ میں ہوتی ہیں، نیز (وضو میں) ان کو بھی دھونا ضروری ہے۔''

(الأمّ: 42/1)

سوال: غیر منقولہ جائیداد سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایسی جائیداد جسے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ کیا جا سکے، مثلاً زمین، پلاٹ، مکان، دکان وغیرہ۔

سوال: مناسک حج سے کیا مراد ہے؟

جواب: حج میں کیے جانے والے اعمال وافعال مناسک حج کہلاتے ہیں۔

سوال: جو جانور گلا گھونٹنے سے ہلاک ہو جائے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جس جانور کا گلا گھونٹ جائے اور اسے ہلاک ہونے سے پہلے پہلے ذبح نہ کیا جائے، تو وہ مردار ہے، البتہ اگر مرنے سے پہلے ذبح کر لیا جائے، تو وہ حلال ہے، اسے کھایا جا سکتا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ نے حرام جانوروں میں گلا گھونٹنے سے مرنے والے جانور کا بھی ذکر فرمایا ہے:

﴿وَالْمُنْخَنِقَةُ﴾ (المائدة: ٣)

''(وہ جانور بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے، جو) گلا گھونٹنے سے مر جائے۔''